مرزا طاہر کے فرار کی کہانی
مرزا طاہر کے ڈرائیور کی زبانی

انٹرویو : اشتیاق احمد

○

نام کتاب ——— مرزا طاہر کے فرار کی کہانی

طابع ——— اشتیاق احمد

بار اوّل ——— جون ۱۹۸۸ء

مطبع ——— زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

کتابت ——— سعید نامدار

قیمت ——— ڈیڑھ روپیہ

اشتیاق پبلی کیشنز

9/12 نصیر آباد۔ سانده کلاں لاہور

فون نمبر: 321537

۱۲ اپریل ۱۹۸۵ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر حضوری باغ روڈ ملتان میں ردِ قادیانیت پر لیکچر دینے گیا تو وہاں کلاس میں مرزا طاہر کے ڈرائیور رانا اختر حسین صاحب بھی تشریف فرما ہوئے ؛ چنانچہ لگے ہاتھوں ان سے انٹرویو بھی لے آیا — ملاحظہ فرمائیں :

میرا نام رانا اختر حسین ہے ، ساہیوال میں ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوا ، والدین زمیندار ہیں ، ذات کے راجپوت ۔ مڈل تک تعلیم وہیں حاصل کی … وہاں ہمارے محلّے میں چند مرزائی گھرانے ہیں … وہاں کی مرزائی جماعت کا صدر احمد بخش تھا … اس سے میری علیک سلیک ہو گئی … اس نے مجھ سے مُلاقاتیں بڑھانا شروع کیں ، مَیں ملتا رہا … احمد بخش کے پاس مرزائی مربّی بھی آتے تھے ۔ (مربّی تبلیغ کرنے والے) احمد بخش نے میری ان سے بھی مُلاقات کرائی … اُن کے نام ظفر احمد ، عبدالواحد اور خوشی تھے —

عبدالواحد ایک مرتبہ مجھے سیر کے بہانے ربوہ لے گیا ۔ وہاں مَیں دو تین دن اس کے ساتھ رہا ، اس کا ایک لڑکا مامون الرشید مُلک سے باہر گیا ہوا تھا ۔ عبدالواحد کی بچیاں بھی تھیں ، جو

مجھے کھانا وانا کھلاتی تھیں... اس دوران مرزا ناصر کے ہاتھ پر مجھ سے بیعت کرائی گئی۔ پھر عبدالواحد نے مجھے فوج میں بطور سپاہی بھرتی کرا دیا۔ میں نے ایک سال تک ایبٹ آباد میں ٹریننگ لی۔ بلوچ سنٹر میں... ان کا آفیسر محمد احمد تھا... وہ قادیانی تھا محمد احمد بھی خود مجھے ملا، مجھ سے کہا کہ کوئی تکلیف تو نہیں... ٹریننگ کے بعد مجھے ۴۴ بلوچ رجمنٹ میں بھیج دیا گیا... وہاں میں دو اڑھائی سال رہا، لیکن پھر استعفیٰ دے کر آ گیا۔

گھر والے میری شادی کی تیاری کر رہے تھے، میں نے اس بات کا ذکر احمد بخش سے کیا تو اس نے کہا کہ تمہاری شادی ہم خود کریں گے، لیکن میں نے کہا کہ خاندان میں شادی کروں گا... پھر میں احمد بخش کو بتا کر کراچی چلا گیا۔ نمازیں چوری چھپے مرزائی مسجد میں ادا کیا کرتا تھا۔ احمد بخش نے کراچی کی جماعت احمدیہ کے صدر کو چٹھی لکھی تھی، میں نے وہ صدر کو دے دی۔ صدر کا نام مختار احمد ایڈووکیٹ تھا۔ اس نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ کراچی میں میرے ایک مسلمان عزیز تھے... میں ان کے ساتھ مزدوری کرنے لگ گیا... پانچ چھ سال کراچی میں گزرے، پھر مجھ سے رفیق احمد احمدی ملا... یہ احمد نگر کا رہنے والا تھا... اس سے میری ملاقات احمدی مسجد میگزین لائن صدر میں ہوئی، اس نے کہا کہ پولیس میں بطور

حوالدار بھرتی کرا دیتے ہیں۔ بھرتی کرنے والا ہمارا اپنا آدمی ہے۔ اس کا نام محمود احمد ہے۔ ضلع ہڑپہ ساہیوال کا رہنے والا ہے.... رفیق مجھے اس کے پاس لے گیا۔ اس نے بغیر کسی چیکنگ کے مجھے بطور سپاہی بھرتی کر لیا۔ میں نے نو ماہ ٹریننگ لی.. ٹریننگ میں ہمارا منشی حوالدار رفیق خود تھا... اس نے مجھے اپنا نائب بھی بنا لیا تھا... مستری خان بلوچ سب انسپکٹر اس وقت ہمارا ڈرل انسپکٹر تھا.. نو ماہ بعد ہماری فائرنگ کا امتحان ہوا، اس میں ہم دو آدمی برابر آئے... مجھے رکھ لیا گیا... مجھے دو تین انعامات بھی دیے گئے، پھر پولیس ہیڈ کوارٹر کراچی بھیج دیا گیا... ہیڈ کوارٹر میں رہائش کے دوران میں زیادہ تر تبلیغ کرتا تھا۔ کیوں کہ یہی ہدایات تھیں... ہیڈ کوارٹر سے میں نے مرزا طاہر کو خط لکھا کہ میں اپنے آپ کو جماعت کی خدمات کے لیے وقف کرتا ہوں... یہ شوق مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات پڑھ کر ہوا تھا... مرزا طاہر کی طرف سے جواب آیا کہ وقف منظور ہے کام کرتے رہیں، جب ضرورت ہو گی، بُلا لیں گے... اس کے بعد مَیں نے پولیس کی نوکری بھی چھوڑ دی اور گھر آ گیا۔

اس دوران میری مُلاقات ایک میجر سے ہوئی... اس کا

نام میجر کنور عقیل احمد تھا... اس سے دوستی ہو گئی ، وہ بھی راجپوت تھا... ان دنوں ایک مرتبہ میں گھر گیا... میری ملاقات یعقوب سے ہوئی ، اس سے مشورہ ہوا ، اس نے کہا کہ میں ربوے جاؤں گا اور مشورہ کروں گا۔ واپسی پر اس نے کہا کہ آپ شادی کر لیں ، لیکن کسی کو بتائیں نہ کہ میں قادیانی ہوں... اور اس کے بعد کنور عقیل احمد نے اپنی بہن کا رشتہ مجھے دے دیا... ایک سال بعد میں نے اپنی بیوی کو بھی احمدی بنا لیا۔

پھر میں سرگودھا میں مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ امیر جماعتِ احمدیہ سرگودھا و پنجاب ، چیف جسٹس دارالقضا ربوہ سے ملا... یہ مرزا بشیرالدین کا معتمد علیہ تھا... اس نے مجھے خادم حسین وڑائچ خدام احمدیہ سرگودھا اور مبارک احمد چیمہ سیکرٹری اصلاح و ارشاد کے پاس بھیج دیا... انھوں نے انھی دنوں جماعت کے کاموں کے لیے گاڑی خریدی تھی... جو کہ کرونا مارک I تھی... یہ کراچی کے نمبر والی گاڑی تھی (نمبر میں اب بھول گیا) انھوں نے مجھے اس گاڑی پر ڈرائیور رکھ لیا... میں ڈرائیونگ پہلے ہی سیکھ چکا تھا... ساتھ میں لائبریری کا انچارج بھی بنا دیا... میں اس دوران مسجد احمدیہ نیو سول لائن سرگودھا

میں ڈیوٹی سر انجام دیتا رہا ... اس کے بعد عبدالحق
کو مرزا طاہر کی طرف سے ایک کار ملی پہلی کار کو
فروخت کر دیا گیا اور مجھے مرزا عبدالحق کے پاس بھیج
دیا گیا... میں اس کے پاس رہنے لگا ــــ

ایک مرتبہ صوبائی میٹنگ میں چودھری اعظم گھمن آف
سمڑیال ضلع سیالکوٹ آیا ... مرزا عبدالحق کے پاس بیٹھ کر
کہنے لگا کہ میں نے وُہ کام کر دیا جو حضرت صاحب
(مرزا طاہر) نے میرے ذمّے لگایا تھا۔ اس وقت تو
میں اس بات کو نہ سمجھا، بعد میں مجھے ان کی باتوں
سے اندازہ ہوا کہ وُہ کام مولانا اسلم قریشی کا اغوا تھا۔
کئی بار میں نے ربوہ میں ایسا بھی دیکھا کہ کسی مرکزی
گاڑی میں کرنسی نوٹوں کے بھرے ہوئے بیگ رکھے
گئے ... ڈرائیور سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو تو جواب
ملا ... سیالکوٹ جا رہے ہیں ... مرکزی کار کے ڈرائیور
کا نام محمود تھا ... اس سے بہت سی باتیں کرنے کا
اتفاق ہوا ... رائل فیملی کے چند واقعات اس نے
سنائے ــــ

(نوٹ : یہاں وُہ واقعات دہرائے نہیں جا سکتے ــــ
کیونکہ ہمارے ادارے سے شائع ہونے والی چیزیں

زیادہ تر بچے پڑھتے ہیں ; تاہم جن بالغ اور عمر رسیدہ حضرات کو وُہ واقعات جاننے کا شوق ہے... خط لکھ کر معلوم کر سکتے ہیں)

ایک روز رات کو ربوہ سے عبد الحق کو فون آیا کہ اختر حسین کو گاڑی دے کر اسی وقت ربوہ بھیج دو... اور وُہ سیدھا قصرِ خلافت میں آ جائے... میں گاڑی لے کر ربوہ روانہ ہو گیا... گاڑی کو قصرِ خلافت کے گیراج میں کھڑا کیا... وہاں چودھری فدا حسین کمانڈر کمانڈو بٹالین نے مجھے اشارے سے کہا کہ اُس دروازے سے اندر چلے جاؤ... میں اندر گیا... مرزا طاہر وہاں تھا... علیک سلیک کے بعد اس نے کہا کہ آپ چائے پی لیں، پھر ساتھ والے کمرے میں سو جائیں، رات کے کسی حصے میں آپ کو جگایا جائے گا—

قریباً دو بجے رات مجھے جگایا گیا اور گاڑی تیار کرنے کے لیے کہا گیا... یہ بھی کہا گیا کہ گاڑی کو لے کر دارالضیافت والے دروازے پر پہنچ جاؤں...میں وہاں پہنچ گیا... دس منٹ بعد بال بچّوں سمیت مرزا طاہر گاڑی میں بیٹھ گیا... میں نے دیکھا، ایک اس کی بیوی، ایک بڑی بیٹی اور دو چھوٹی بچّیاں تھیں..

اس وقت وہاں جو لوگ موجود تھے ، ان کے نام ہیں ... مرزا طاہر کی بڑی لڑکی جس کی شادی میاں لقمان کے گھر میں ہوئی ہے ، چودھری حمید . نصراللہ (چودھری ظفراللہ کا داماد) اور چودھری محمد حسین امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ خورشید احمد ، عزیز احمد بھابھڑی ، یہ سب لوگ وہاں موجود تھے .... مجھے بتایا گیا کہ ساہیوال روڈ سے ہوتے ہوئے جو سڑک جھنگ کو جاتی ہے ، وہاں جا کر ٹھہریں .... جونہی ہم وہاں جا کر رُکے ، لالیاں کی طرف سے جماعت کی ایک ویگن وہاں پہنچ گئی ... اس میں وُہ تمام حضرات سوار تھے اور ان کے ساتھ پچیس عدد کمانڈوز اسلحے سے لیس سوار تھے ... ان کے پہنچتے ہی ہم نے جھنگ کی طرف چلنا شروع کر دیا ... راستے میں پولیس کی ایک گاڑی ملی ... جو سائرن بجاتی آ رہی تھی ... ہم نے اس کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید ہمارا تعاقب ہو رہا ہے ... لیکن وُہ گاڑی بہت تیزی سے ہمارے پاس سے گزر گئی ... دس بارہ کلو میٹر چلنے کے بعد وہی گاڑی پھر واپس آتی نظر آئی ... اس کے نظر آنے پر ، مرزا طاہر کے اشارے پر میں نے کار کو کچے میں اتار لیا ... جب وُہ گاڑی آگے نکل گئی تو

ہم پھر روانہ ہوئے ، ایک جگہ کار رکوائی گئی ... وہاں
نقشہ نکال کر راستا دیکھا گیا .... چودھری حمید نصراللہ نے
یہی فیصلہ دیا کہ اس سڑک سے سیدھے نہر پر چڑھ
جائیں اور نہر سے دائیں طرف اُتر جائیں ... وہ نہر ہمیں
جھنگ کے قریب لے گئی ... پُل سے جب ہم پکی
سڑک پر پہنچے تو جھنگ پانچ کلومیٹر تھا ... ہم سیدھے
ایک پٹرول پمپ پر پہنچے ... پٹرول پمپ پر میجر محمود
احمد امیر جماعت ضلع جھنگ وہاں موجود تھا ... اس وقت
ان کی آپس کی گفت گو سے مجھے پتا چلا کہ حضرت صاحب
لندن جا رہے ہیں ... وہ پٹرول پمپ بھی ایک احمدی
کا ہی تھا ۔ (یہ پٹرول پمپ ایوب چوک جھنگ کے پاس
موجود ہے) وہاں سے انھوں نے دونوں گاڑیوں میں
پٹرول لیا ... تقریباً سات آدمی میجر محمود احمد سمیت للّو موڑ
تک رُخصت کرنے آئے ... للّو موڑ سے ہم سیدھے مُلتان
آئے ... ملتان میں کھاد فیکٹری کے پاس چند نوجوانوں نے
جماعت احمدیہ کا پرچم دکھایا ... وہ موٹر سائیکلوں پر تھے ۔
وہ ہمارے آگے پیچھے ہو گئے ... پھر ایک گھی کی فیکٹری
کے پاس پہنچ کر انھوں نے بھی موٹر سائیکلیں روک لیں ۔
بعد میں پتا چلا کہ یہ گھی فیکٹری بھی ایک احمدی کی ہے ،

اس کا نام ڈاکٹر شفیق احمد ہے ... ڈاکٹر شفیق ملتان کا امیرِ جماعت ہے ... یہ فیکٹری سورج روڈ پر ہے (سڑک کا نام صاف نہ لکھا جا سکا، معلوم نہیں یہی نام ہے یا کوئی اور) فیکٹری کے باہر ملک فاروق بھی موجود تھا... اور بھی جماعت کے خاص خاص لوگ موجود تھے ... ہم وہاں رُکے رہے ... ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک بجارو جیپ آئی جس میں چند نوجوان سوار تھے.. ان میں سے دو کے پاس رائفلیں تھیں ... مرزا طاہر مع فیملی اس میں سوار ہو گیا ... اس کے ساتھ چودھری حمید نصراللہ اور چودھری انور حسین امیر شیخوپورہ بھی سوار ہوئے۔ ربوہ والی نفری میں سے آدھے اس گاڑی میں سوار ہوئے اور سکھر روانہ ہو گئے ، باقی لوگ میرے ساتھ ربوہ آ گئے ... بعد میں معلوم ہوا کہ سکھر سے بڑی سڑک کو چھوڑ کر کسی چھوٹی درمیانی سڑک سے براستہ کوٹری سجاول وہ کراچی پہنچے ـــ

کراچی میں کورنگی میں احمدیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے، اس میں تھوڑی دیر ٹھہرے ... تھوڑی دیر بعد زرطشت منیر وہاں کاغذات کے ساتھ پہنچا ، وہاں سے اس نے ہوائی جہاز پر سوار کرایا ـــ

ادھر ربوہ میں اعلان کیا گیا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہے، نماز نہیں پڑھائیں گے، مولوی سلطان محمود انور نماز پڑھائیں گے... نماز کے بعد ایک قافلہ ترتیب دیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ حضرت صاحب کسی کام سے جہلم جا رہے ہیں... میاں احمد کے سر پر پگڑی باندھ کر (اس کی شکل مرزا طاہر سے ملتی ہے) اس کالی گاڑی میں جس کو مرزا طاہر استعمال کرتا تھا، بٹھا کر چار گاڑیاں آگے پیچھے رکھ کر روانہ کیا گیا... اس وقت وہاں سی آئی ڈی والے بھی تھے... یہ سارا واقعہ فدا حسین ڈرائیور نے سنایا... یہ قافلہ جہلم پہنچ گیا... جہلم میں قادیانیوں کا پرانا ریسٹ ہاؤس ہے... شام کو جب میاں احمد گاڑی میں بیٹھ کر اپنی بیوی کے ساتھ بازار گیا تو سی آئی ڈی والوں سے آمنا سامنا ہوا...
سی آئی ڈی والوں نے کہا کہ ہم نے تو سمجھا تھا، مرزا طاہر اس گاڑی میں ہیں... آپ یہ بتائیں کہ مرزا طاہر کہاں ہیں؟ میاں احمد نے کہا کہ میں انہیں ربوہ میں چھوڑ آیا ہوں... میں تو اپنے نجی کام سے یہاں آیا تھا... اس اطلاع کے بعد پشاور، پنڈی اور فیصل آباد کے ایئرپورٹوں کی ناکہ بندی کی گئی... ربوے سے

سی آئی ڈی والوں کو بعد میں کسی طرح پتا چلا کہ مرزا طاہر تو کراچی جا چکا ہے... کراچی میں انتظامیہ کو ہوشیار کیا گیا... ڈی آئی جی ہیڈ کوارٹر کراچی اور کافی افراد میاں مختار احمد ایڈووکیٹ امیرِ جماعت کراچی کے پاس گئے... اور پوچھا کہ مرزا طاہر کہاں ہے... اِدھر یہ گفت گو ہو رہی تھی... اُدھر مرزا طاہر ایئر پورٹ پہنچ چکا تھا... میاں مختار احمد نے چالاکی کی اور انتظامیہ کو چائے پانی میں لگا لیا... اور بتایا کہ حضرت صاحب ربوہ سے روانہ ہو چکے ہیں... اور یہاں پہنچنے والے ہیں... آئیں گے تو مُلاقات کرا دی جائے گی... آدھ گھنٹے بعد زرطشت منیر وہاں پہنچا... اس سے میاں مختار احمد نے کہا، مرزا صاحب پہنچے کہ نہیں... اس نے کہا کہ فلائیٹ کا وقت کم تھا، وہ سیدھے ایئرپورٹ چلے گئے... اور جہاز پرواز کر چکا ہے۔

مرزا طاہر کے اس طرح فرار کے بعد میرے ذہن میں ہل چل مچ گئی... میں سوچنے لگا کہ کیا وجہ ہے... حضرت صاحب اس طرح چوری چھپے لندن چلے گئے ہیں، مرزا عبدالحق سے میں نے پوچھا کہ حضرت کے جانے کی کیا وجہ ہے... میاں عبدالحق نے بتایا کہ گورنمنٹ

نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ حضرت صاحب کو گرفتار کر لیا جائے ... میں نے پوچھا ... حکومت ایسا کیوں کرنا چاہتی تھی ؟ تو اس پر میاں عبدالحق نے کہا کہ جس مولوی کو مولویوں نے خود غیر ممالک میں بھیجا ہوا ہے، اور کہیں چھپایا ہوا ہے ... اس کیس میں گورنمنٹ حضرت صاحب کو پکڑنا چاہتی تھی ... مولویوں کو خوش کر رہی ہے، وہ تو اللہ کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ جس کو وہ خود خلیفہ مقرر کرے، اس کی خود حفاظت نہ کرے..

مرزا صاحب ہجرت کر گئے ہیں ——

میرے ذہن میں کھلبلی بڑھتی گئی ... سرگودھا میں میرے ایک بچپن کے استاد ہیں، قاری فتح محمد ان کا نام ہے، مسلمان ہیں ... ان سے بات چیت کی، لیکن وہ مجھے قائل نہ کر سکے ... شیریں پیلس کچہری روڈ سرگودھا میں میرا ایک دوست ہے ... میں اسے قادیانیت کی تبلیغ کرتا رہا تھا ... اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ کراچی سے ہمارے ایک بزرگ آئے ہوئے ہیں، ان سے آپ کی ملاقات کراتا ہوں ... میں ان سے ملنے چلا گیا ... ان کا نام بابا ریاض احمد چشتی ہے، محمود آباد کراچی کے رہنے والے ہیں ... انھوں نے دوپہر کے کھانے میں مجھے شریک

کیا اور اپنی پلیٹ میں ہی کھانا کھلایا... کھانے کے بعد انھوں نے قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میرے سامنے وعظ کیا۔ اس میں انھوں نے ثابت کیا کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا، اس کے بعد میں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا لٹریچر حاصل کرنے کی کوشش کی جو مجھے مولانا ضیاء الحق مہتمم مدرسہ ضیاء السلام بلاک نمبر ۱۸ سے مل گیا... میں نے اس کا مطالعہ کیا اور مرزا عبدالحق کی لائبریری سے مرزا غلام قادیانی کی کتابیں نکال کر حوالے ملائے... تمام حوالے درست ثابت ہوئے... میرے دل نے مان لیا کہ احمدیت ایک ڈھونگ ہے، پھر میں نے اپنی بیوی سے بات کی جو مرزائیت سے بہت زیادہ متاثر ہو چکی تھی... اس نے کہا کہ مولوی تو بک بک کرتے ہیں... اس نے میری اس بات کو مرزا عبدالحق کے سامنے بھی ظاہر کر دیا... مرزا عبدالحق نے ہم دونوں کو بلا کر خوب سمجھایا اور کہا کہ اگر آپ لوگ جماعت کو چھوڑ گئے تو اس میں جماعت کی بدنامی ہے اور آپ کو بھی اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے... میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا؛ تاہم اپنی بیوی کو سمجھاتا رہا... آخر ایک دن اس نے کہا کہ مرزا عبدالحق نے

تو کہا تھا کہ ہم حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ تمہارے نزدیک مرزا عبدالحق کی بات سچی ہے یا مرزا غلام احمد کی... اس نے کہا، مرزا غلام احمد کی... اس پر میں نے اپنی بیوی کو مرزا کی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" نکال کر دکھائی... اسے پڑھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا... پھر تو مرزا بالکل جھوٹا ہے —

اور اس طرح ہم پھر سے مسلمان ہوئے —